کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اے اولادِ آدمؑ اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسُول آئیں تم کو میری آیات سنائیں تو جو ڈرا اور جس نے اصلاح کر لی ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔ جو میری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور تکبر کر کے ان سے اعراض کریں گے وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

ان ابتدائی ہدایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان۔ اللہ کی رضا و خوشنودی۔ دینوی مشاغل زندگی کے ساز و سامان اور اللہ کی طرف سے ہدایتیں ساتھ ساتھ چلتی رہی ہیں کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ انسان رہا ہو اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایتیں نہ موجود رہی ہوں یہ علیٰحدہ بات ہے کہ لوگوں نے ان سے ٹھیک طرح فائدہ نہ اٹھایا ہو ان میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی کر لی ہو یا ان سے غفلت برتی ہو۔

ابتدا میں زندگی سادہ تھی دینوی مشاغل اور زندگی کے ساز و سامان سے واقفیت زیادہ نہ تھی یہ ہدایت ہی کا کارنامہ ہے کہ انسان کو دینوی مشاغل اور زندگی کے ساز و سامان کی طرف متوجہ کیا اور تقوی کی زندگی اختیار کرنے کی تاکید کی جس سے مشاغل میں اور ساز و سامان کے استعمال کرنے میں آزادی اور بے باکی سے بچاؤ ہوتا رہا۔ بلاشبہ عقل اس وقت بھی موجود تھی جس سے بجا طور پر ہدایت و رہنمائی کی توقع کی جاتی ہے لیکن ابتدا میں یہ عقل ایسی تھی کہ اس کو انگلی پکڑ کر چلانے کی ضرورت تھی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت نے اس عقل کو بھی انگلی پکڑ کر چلایا اور اس قابل بنایا کہ وہ دینوی مشاغل اور زندگی کے ساز و سامان میں دخل اندازی کر سکے۔ اگر ابتدا ہی سے "ہدایت" نے نہ بتایا ہوتا کہ یہاں دینوی ضرورت سے فائدہ اٹھانا ہے، یہاں جسمانی و روحانی دونوں طرح کے لباس ہیں، یہاں زیب و زینت کے سامان بھی ہیں تو عقل کو ان کے پتہ لگانے میں کتنی دشواری ہوتی اور کتنی ٹھوکریں کھانی پڑتیں پھر بھی اس کے پاس صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) پانے کی ضمانت نہ رہتی، ان تمام پہلوؤں میں ہدایت کی کارگذاری کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے کردار سے بھی ہوتا ہے۔

وکذٰلك کل نبی استخلفھم فی عمارۃ الارض وسیاسۃ الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم۔[1]	اسی طرح ہر نبیؑ کو اللہ نے زمین کی آبادکاری، لوگوں کی سیاست، ان کے نفوس کی تکمیل اور ان میں اپنا حکم نافذ کرنے میں خلیفہ بنایا۔

---

[1] تفسیر بیضاوی سُورہ بقرہ آیت: ۳۰۔

ان ابتدائی ہدایتوں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کی تہذیبی زندگی کی "پود" ابتداء ہی میں لگادی گئی ہے اور "ہدایت" ہی نے لگائی ہے پھر یہ زندگی اسی کے زیر سایہ رفتہ رفتہ پروان چڑھتی رہی ہے جیسی جیسی زندگی میں رونق آتی گئی اس کی ضرورتیں بڑھتی گئیں اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایتوں میں اضافہ ہوتا رہا ہے یہاں تک کہ وہ ہدایتیں کامل ومکمل ہوگئیں انہی کے مجموعہ کا نام قرآن ہے جو اللہ کی رضا وخوشنودی دینوی مشاغل اور زندگی کے ساز وسامان میں صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جو انعام پائے ہوئے لوگوں کا راستہ ہے ابتدا کی یہ چند ہدایتیں اس لیے ذکر کی گئی ہیں کہ ان سے "ہدایت" کا مزاج معلوم ہو زندگی کے کاروبار ومشاغل اور تہذیب وتمدن کی ابتدا و ترقی میں اس کا کردار سمجھ میں آئے اے اللہ اس ہدایت کی دعا کو قبول فرمالے۔ آمین۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر اسرار احمد

نے اپنی دوسری دینی اور علمی خدمات کیساتھ ساتھ شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں

ایک اصلاحی تحریک

بھی برپا کی اور — خطبۂ نکاح — کو صرف ایک رسم

کی بجائے واقعی تذکیر ونصیحت اور معاشرتی زندگی سے متعلق اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کا ذریعہ بنایا

اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی ایک اہم تحریر اور ایک خطبۂ نکاح کو دیدہ زیب کتاب کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔

بڑے سائز کے ۴۸ صفحات ○ عمدہ دبیز کاغذ ○ دیدہ زیب کور۔

ہدیہ: ۳ روپے ——— محصول ڈاک علاوہ

ارتفاقات
یعنی
انسان کی ثقافتی زندگی کے مدارج

محمد مقبول عالم

امام ولی اللہ دہلویؒ نے ارتفاقات یعنی انسان کی ثقافتی زندگی کے مدارج و مراتب پر خاص طور پر بحثیں کی ہیں۔ "ارتفاقات" امام صاحب کے فلسفے کی خاص اصطلاح ہے۔ اس کا واحد 'ارتفاق' ہے جس کا مادہ 'رفق' ہے اور جس کے معنی نرمی یا نرمی سے کام لینے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے کے سلسلے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان کو آسان کرنے کے لئے جو تدبیریں وہ سوچتا ہے۔ ان کو "ارتفاقات" کہتے ہیں۔ امام صاحب ارتفاقات کی دو قسمیں کرتے ہیں :۔

(۱) ارتفاقاتِ معاشیہ: انسان کو کھانے پینے، رہنے سہنے کے سلسلے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان کے حل کے طریقوں کا نام ارتفاقاتِ معاشیہ ہے۔

(۲) ارتفاقاتِ الٰہیہ : انسان کو جو فکری مشکلات پیش آتی ہیں اور اعلیٰ دماغی صلاحیتیں رکھنے والے لوگ جن مسائل پر سوچ بچار کرتے ہیں اور نہایت قیمتی نتائج پیدا کرتے ہیں ان مسائل کا تعلق انسان کی حقیقت، نظامِ صالح کا قیام، کائنات کی تدبیر، صفاتِ الٰہی کے دقائق اور اخروی زندگی کے واقعات ہوتا ہے۔ یہ سب ارتفاقاتِ الٰہیہ کہلاتے ہیں۔

امام صاحب ارتفاقاتِ معاشیہ کے چار درجے بیان کرتے ہیں۔

(۱) ارتفاقِ اوّل یعنی انسان کی دیہاتی زندگی۔ اس میں تمام ضروریاتِ زندگی کا انتظام کر لیا جاتا ہے۔

(۲) ارتفاقِ دوم، یعنی انسان کی شہری زندگی، اس میں میونسپلٹی کا نظام آجاتا ہے۔

(۳) ارتفاق سوئم یعنی انسان کی قومی زندگی، اس میں قومی ریاست قائم ہو جاتی ہے۔
(۴) ارتفاق چہارم یعنی انسان کی بین الاقوامی زندگی، اس میں تمام بین الاقوامی مسائل حل کئے جاتے ہیں۔

انسان نے اپنی "انسانی خصوصیات" کی بنا پر اپنی اجتماعی اور ثقافتی زندگی کی بنیاد رکھی ہے اور اسے ترقی دی ہے۔ اب جتنی کوئی قوم اجتماعیت میں ترقی کرے گی، اتنی ہی وہ مہذب اور ترقی یافتہ ہو گی۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض یہ رہی ہے کہ وہ انسانوں کو ایسے طریقوں کی تعلیم دیں جن سے انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق بہتر بنا سکیں۔ لیکن چونکہ انسان کی معاشرتی اور معاشی زندگی کا اس کے اجتماعی اخلاق پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور معاشرے کا نظام خراب ہو جانے کی وجہ سے عوام بداخلاقیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کو لازماً اجتماع انسانی کی معاشرت اور معاشیات کی اصلاح بھی کرنی پڑتی ہے۔ تاکہ غلط خیالات، غلط رسوم اور غلط عادات کی اصلاح ہو کر صحیح عادات پیدا ہو سکیں اور ایسے ہی ان کی اخروی زندگی کی بھی اصلاح ہو جائے۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

> "اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی اصل غرض و غایت یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کو اولاً و بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلقات عبودیت قائم کرنے کے طریقے سکھائیں، لیکن اس کے ساتھ رسوم فاسدہ کی بربادی اور ارتفاقات کے قیام کی ترغیب بھی وہ اپنے مشن کا جزو بنا لیتے ہیں۔"

(حجۃ اللہ البالغۃ جلد اوّل بحث ۲ باب ۱۱ صفحہ ۴۰ طبع مصر)

یہ برگزیدگان الٰہی اس لئے نہیں آتے کہ انسان کی اجتماعی زندگی کو توڑ پھوڑ کر محض رہبانیت قائم کریں۔ چنانچہ حضرت امام آگے فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ انسان اپنی تمدنی زندگی کے دوسرے درجے (ارتفاق دوم) یعنی شہری زندگی کو ترک کر دیں یا تیسرے درجے (ارتفاق سوم) یعنی قومی زندگی سے بے توجہی برتیں اور نہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے [illegible] اس کا حکم دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ انبیاء یہ کبھی حکم نہیں دے سکتے جیسے کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے جو پہاڑوں کی غاروں، جنگلوں اور بیابانوں میں جا بسے، اجتماعی زندگی ترک کر دی

اور انسانی اجتماع کی بھلائی برائی سے بالکل الگ تھلگ زندگی بسر کرنے لگے اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جنہوں نے ترکِ دنیا کا ارادہ کیا اور فرمایا "میں رہبانیت لے کر مبعوث نہیں ہوا بلکہ ایک آسان دینِ حنیفی لے کر مبعوث ہوا ہوں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے تمدنی زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ نہ تو عوام ارتفاقات میں باریک بینیوں اور تکلفات میں مبتلا ہو کر اسے عیاشی کی حد تک پہنچا دیں، جیسے کہ شاہانِ عجم تھے اور نہ اسے پہاڑی علاقوں میں رہنے والوں کے حال تک گرا دیں جو وحشیوں سے ملتے جلتے ہوں۔" (ایضاً ص۱۰۱ طبع مصر)

خود نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"لما كان الشر السارى فى زمن ابراهيم عليه السلام هو نسيان التوحيد نزل الحق باذاته باشاعة التوحيد وتوليد العبادات من طهارة، صلوة و زكوة وحج و صوم و ذكر، ولما كان الشر السارى فى زمن نبينا محمد صلى الله عليه وسلم اختلال الملل والانقلاب الارتفاقات خاصة على اصحابها وكان الامر اشد واقسى نزل الحق باذاته بالجهاد واشاعة العبادات وتوقيتها والقضاء بزوال

چونکہ سیدنا ابراہیم کے زمانے میں نسیانِ توحید کا شر معاشرہ انسانی میں پھیل چکا تھا اس لئے اس شر سے دنیا کو پاک کرنے کے لئے حق اس شکل میں نازل ہوا کہ توحید کی اشاعت کی جائے اور طہارت، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ذکرِ الٰہی کی عبادات پیدا کی جائیں۔ لیکن چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شر اس صورت میں حاوی ہو چکا تھا، اقوامِ عالم کی ثقافتوں میں خلل پڑ چکا تھا اور ان کے ارتفاقات (معاشی اور معاشرتی زندگی) میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اور یہ حالت نہایت شدید صورت اختیار کر گئی تھی اور اس کی خرابی بہت دور تک پہنچ چکی تھی۔ اس لئے اب حق ان مفسدتوں کے لئے اس صورت میں نازل ہوا کہ (ان خرابیوں کے خلاف) جہاد کیا جائے اور